ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 05 No. 02. April-June 2026.Page# 1581-1590
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

An Analytical Study of the Objections of Orientalists on the Marriage of Umm al-Mu'minin Hazrat Safiyyah (R.A.)

ام المومنین حضرت صفیہ ؓ کے نکاح پر مستشرقین کے اعتراضات کا تجزیاتی مطالعہ

Asim Shahzad
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Riphah International University, Islamabad.
shahzad9637@gmail.com
Dr. Muhammad Ghayas
Post-Doctoral Fellow, Islamic Research Institute,
International Islamic University Islamabad, Faisal Masjid Campus.
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Riphah International University, Islamabad.
muhammad.ghayas@riphah.edu.pk

ABSTRACT

In the contemporary era, the institution of polygyny (multiple marriages) of Prophet Muhammad ﷺ remains one of the primary subjects exploited by Orientalists to target Islam and his revered personality. Specifically, the Prophet's ﷺ marriage to Hazrat Safiyyah (R.A)—the daughter of the chief of Banu Nadir—following the Expedition of Khyber, has been a focal point of severe criticism by Orientalists and detractors of Islam. The core of these objections revolves around issues such as her marriage immediately after the killing of her former husband and family, her status as a captive, and the age disparity. Western writers have attempted to paint these events in a psychological, political, and aggressive light (God forbid). By leveraging the context of this marriage, her captivity, and her family background, they have raised baseless objections against Islamic Jihad, women's rights, and Islamic ethics.

However, rigorous research reveals that the Orientalists' objections are fundamentally rooted in the distortion of historical facts, a disregard for context, and deep-seated prejudice. This paper demonstrates that this marriage was neither the result of coercion nor driven by personal desires (God forbid); rather, it was a profoundly wise decision viewed within the geopolitical and social matrix of Arabia. Prophet Muhammad ﷺ granted Hazrat Safiyyah (R.A) complete freedom and the choice to remain practicing her own religion, yet she willingly and gladly chose Islam and the companionship of the Prophet ﷺ. This marriage was, in fact, a magnificent manifestation of consensus, emotional consolidation (Ta'leef-e-Qalb), and the restoration of the familial dignity of influential Jewish tribes like Banu Nadir and Banu Qurayzah.

This research paper presents an analytical study of the Orientalists' objections regarding the marriage of Umm al-Mu'minin Hazrat Safiyyah bint Huyayy ibn Akhtab (R.A). While Orientalists often characterize this marriage as a matter of political opportunism, forced marriage of a prisoner of war, or a byproduct of anti-Semitism, this study evaluates these claims in the light of historical context and authentic Islamic sources. Contrary to the Orientalist narrative, prophetic sources confirm that Hazrat Safiyyah herself prioritized Islam and the marriage despite being offered unconditional freedom by the Prophet ﷺ. Thus, the marriage symbolizes honor, protection, religious freedom, and reconciliation, rather than retribution against the Jewish

leaders of Banu Nadir. Furthermore, Hazrat Safiyyah's esteemed position in Islamic society, her jurisprudential insight, and her contributions to Hadith narration thoroughly refute these Western allegations.

In conclusion, the Orientalist perspective is built upon preconceived notions, academic biases, and a selective or biased reading of Islamic sources. This study concludes that this marriage stands as a practical paradigm of prophetic wisdom, moral values, and equilibrium in interfaith relations, rather than an act of compulsion or political exploitation.

Keywords: *Hazrat Safiyyah, Orientalists, Marriage (Nikah), Objections, Analytical Study, Khyber, Jews.*

ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا تعارف

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا یہودیوں کے مشہور قبیلہ بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں، آپ کا پہلا نام زینب تھا۔[1] تاہم غزوۂ خیبر کے بعد جب وہ رسول اللہ ﷺ کے حصے میں آئیں تو عرب کے مالِ غنیمت میں سے چنے گئے خاص حصے (صفی) کی مناسبت سے ان کا نام "صفیہ" مشہور ہو گیا۔

آپ کا تعلق بنو اسرائیل کے جلیل القدر پیغمبر حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھا۔ آپ کے والد حیی بن اخطب مدینہ کے مشہور اور بااثر یہودی قبیلے بنو نضیر کے سردار تھے، جب کہ آپ کی والدہ کا نام ضرہ بنت سموئل تھا، جن کا تعلق بنو قریظہ کے معزز یہودی خاندان سے تھا۔ اس لحاظ سے آپ نجیب الطرفین شہزادی تھیں اور یہود کے دونوں بڑے قبائل میں آپ کے خاندان کو انتہائی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

ابتدائی زندگی

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سنہ 9 قبل ہجرت (تقریباً 613ء) میں پیدا ہوئیں۔ وہ اپنے والد اور خاندان کی بے حد لاڈلی تھیں اور انہوں نے نہایت ناز و نعم میں پرورش پائی۔ رسول اللہ ﷺ کی ہجرتِ مدینہ کے بعد جب بنو نضیر کو ان کی سازشوں کی وجہ سے مدینہ سے جلاوطن کیا گیا، تو یہ خاندان خیبر کے مضبوط قلعوں میں جا آباد ہوا۔

اسلام قبول کرنے سے قبل حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی دو شادیاں ہوئیں:

1۔ پہلی شادی مشہور یہودی شاعر اور رہنما سلام بن مشکم سے ہوئی، جن سے بعد میں طلاق ہو گئی۔[2]

2۔ دوسری شادی خیبر کے مشہور قلعہ دار اور بنو نضیر کے نامور سردار کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوئی، جو غزوۂ خیبر میں مارا گیا۔[3]

قبولِ اسلام اور نکاحِ نبوی ﷺ

7 ہجری (628ء) میں جب مسلمانوں نے خیبر فتح کیا، تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جنگی قیدیوں میں شامل تھیں۔ ان کے خاندانی وقار اور شہزادی کے مرتبے کو ملحوظ رکھتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں قید سے آزاد کیا اور ان کے سامنے دو اختیارات رکھے: یا تو وہ اپنے مذہب پر قائم رہ کر اپنے خاندان کے پاس واپس چلی جائیں، یا اسلام قبول کر کے حرمِ نبوی ﷺ میں شامل ہو جائیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بغیر کسی تردد کے اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی زوجیت کو ترجیح دی۔ آپ ﷺ نے ان کی آزادی کو ہی ان کا مہر مقرر کیا اور خیبر سے واپسی کے سفر میں "صہباء" کے مقام پر ان سے نکاح فرمایا۔[4]

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے 7 ہجری (غزوۂ خیبر کے فوراً بعد، سنہ 628ء) میں ہوا اور وہ حرمِ نبوی میں شامل ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ کا وصال 11 ہجری (سنہ 632ء) میں ہوا۔ اس حساب سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی زوجیت اور رفاقت میں رہنے کا کل عرصہ تقریباً ساڑھے تین (3.5) سے چار سال ملا۔ یہ عرصہ اگرچہ مختصر تھا، لیکن انہوں نے اس قلیل وقت میں بھی سیرتِ نبوی کے کئی اہم اور پوشیدہ گوشوں کو امت تک پہنچایا۔[5]

---

[1] محمد بن یوسف شامی، سبل الھدی والرشاد، ترجمہ، ذوالفقار احمد ساقی (لاہور: زاویہ پبلشرز 2013ء) 3/355۔

[2] سبل الھدی والرشاد، 3/356۔

[3] سبل الھدی والرشاد، 3/236۔

[4] مبارک پوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم (لاہور: مکتبہ سلفیہ 2003ء) 226۔

[5] طبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک (کراچی: الفیصل ناشران و تاجران کتب 2003ء) 3/87۔

مرویات(احادیث) کی تعداد

علمِ حدیث اور اسماء الرجال کی کتب کے مطابق، ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث کی کل تعداد 10 ہے۔[6]

ان 10 احادیث میں سے 1 حدیث ایسی ہے جو "متفق علیہ" ہے، یعنی اسے امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے اپنی 'صحیحین' میں روایت کیا ہے (یہ مشہور حدیث اعتکاف کے دوران ان کی رسول اللہ ﷺ سے ملاقات اور آپ ﷺ کے انہیں گھر چھوڑنے جانے سے متعلق ہے، جس میں آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا تھا کہ 'شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے')۔

دیگر 9 احادیث سننِ اربعہ (ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) اور دیگر کتبِ احادیث میں موجود ہیں۔

آپ سے روایت کرنے والے تلامذہ

حضرت صفیہؓ سے احادیث روایت کرنے والوں میں جلیل القدر صحابہ اور تابعین شامل ہیں، جن میں:

- امام زین العابدین علی بن حسین (آپ کے نواسے)
- حضرت انس بن مالکؓ (صحابیِ رسول) نمایاں ہیں۔

اوصاف و فضائل

بلند اخلاق اور بردباری: حضرت صفیہؓ انتہائی حلیم، عاقل، دانا اور صابر خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنے خاندان کے خاتمے کے غم کو اسلام کی محبت میں اس طرح سمویا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی وفادار ترین رفیقۂ حیات بن گئیں۔[7]

سخاوت اور فیاضی: آپ بے حد فیاض تھیں اور مدینہ آمد کے فوراً بعد انہوں نے اپنا قیمتی سونا اور زیورات دیگر ازواجِ مطہرات اور اہل بیت میں تقسیم کر دیے۔

خالص محبتِ نبوی ﷺ: رسول اللہ ﷺ کے مرض الموت میں انہوں نے انتہائی دردمندی سے کہا تھا: "کاش! آپ کی بیماری مجھے لگ جاتی۔" جس پر آپ ﷺ نے ان کی سچائی کی گواہی دی۔[8]

وفات

ام المومنین حضرت صفیہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین کے ادوار کو دیکھا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں سنہ 50 ہجری (بعض روایات کے مطابق 52 ہجری) میں وفات پائی۔ انہیں مدینہ منورہ کے تاریخی قبرستان جنت البقیع میں ازواجِ مطہرات کے پہلو میں سپردِ خاک کیا گیا۔[9]

یہودیوں کی بدعہدی اور خیبر کی جغرافیائی حیثیت

مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے ساتھ کیے گئے معاہدات کی خلاف ورزی اور پہلی بدعہدی بنو قینقاع کی طرف سے ہوئی۔ اس کے بعد 4 ہجری میں بنو نضیر نے بھی سازشیں کیں، جس کے نتیجے میں انہیں جلاوطن کر دیا گیا۔ مدینہ سے جلاوطنی کے بعد ان قبائل نے خیبر جا کر سکونت اختیار کر لی۔

خیبر ایک وسیع و عریض اور زرخیز خطہ ہے جو مدینہ طیبہ سے شمال کی جانب تقریباً 156 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔[10] اس دور میں یہاں کی ساری آبادی یہودیوں پر مشتمل تھی۔ یہ علاقہ بے شمار کھیتوں، نخلستانوں اور متعدد وادیوں میں بکھرا ہوا تھا، جہاں یہودیوں نے اپنی حفاظت کے لیے مضبوط قلعے تعمیر کر رکھے تھے۔

حصونِ خیبر (خیبر کے قلعے) کی تقسیم

خیبر کا خطہ دفاعی لحاظ سے بنیادی طور پر تین بڑے حصوں میں تقسیم تھا اور ہر حصہ متعدد قلعوں پر مشتمل تھا:

1. **حصونِ نطاۃ (پہلا حصہ):** اس حصے میں تین اہم قلعے تھے: قلعہ ناعم، قلعہ صعب بن معاذ، اور قلعہ زبیر۔
2. **حصونِ شق (دوسرا حصہ):** اس حصے میں دو قلعے تھے: قلعہ ابی اور قلعہ بَرا۔

---

[6] ابن حزم اندلسی، أسماء الصحابة الرواة وما لكل واحد من العدد، تحقیق: سید کسروی حسن (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1992ء) 41۔

[7] شبلی نعمانی، سیرت النبی (لاہور: نعمانی کتب خانہ 2006ء) 1/105۔

[8] ابن حجر عسقلانی، الإصابة في تمييز الصحابة، تحقیق: عادل احمد (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1415ھ) 112/8۔-

[9] سبل الھدی والرشاد، 3/360۔

[10] مبارک پوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم 223

3. **حصونِ کتیبہ (تیسرا حصہ):** اس سلسلے میں تین مضبوط قلعے تھے: قلعہ قموص، قلعہ وطیح، اور قلعہ سلالم۔

ان کے علاوہ خیبر کے گردونواح میں یہودیوں کی کئی اور بستیاں اور دیہات بھی آباد تھے، جنہیں مجموعی طور پر 'وادیِ قُریٰ' کہا جاتا تھا۔[11]

آخری دو قلعوں کا محاصرہ اور صلح کا معاہدہ

مجاہدینِ اسلام نے اپنی شجاعت سے خیبر کے تقریباً تمام قلعے یکے بعد دیگرے فتح کر کے ان پر اسلام کا پرچم لہرایا۔ آخر میں صرف دو قلعے باقی رہ گئے تھے؛ ایک کا نام **وطیح** اور دوسرے کا نام **سلالم** تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے سرفروشوں کے ہمراہ ان قلعوں کا سخت محاصرہ کر لیا جو کم و بیش 14 روز تک جاری رہا۔ اس طویل عرصے میں کسی یہودی نے باہر نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی جرات نہیں کی۔

جب محاصرہ طول پکڑ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے منجنیقوں کے ذریعے ان قلعوں پر سنگ باری کرنے کا ارادہ فرمایا۔ جیسے ہی منجنیق نصب کرنے کی تیاریاں شروع ہوئیں، یہودیوں کے حواس باختہ ہو گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ فاقہ کشی ان کا مقدر بن جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے صلح کی کوششیں شروع کر دیں۔ بنو نضیر کے سردار کنانہ بن ابی الحقیق نے شماخ نامی ایک یہودی کو حضور ﷺ کی خدمت میں بھیج کر ملاقات کی اجازت چاہی۔ اجازت ملنے پر کنانہ قلعے سے نکل کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور درج ذیل شرائط پر صلح کا معاہدہ طے پایا:

1. نبی کریم ﷺ قلعے میں موجود تمام محصور یہودیوں کی جان کو امان (معافی) دیں گے۔
2. ان کی اولاد اور اہل و عیال ان کے حوالے کر دیے جائیں گے۔
3. یہ لوگ خیبر کے تمام قلعوں اور ان کی اراضی سے دستبردار ہو کر یہاں سے نکل جائیں گے۔
4. سونے، چاندی کے زیورات، سواری کے جانور، ہر قسم کا اسلحہ اور کپڑے رسول اللہ ﷺ کے حوالے کیے جائیں گے۔ یہ لوگ صرف اتنا کپڑا ساتھ لے جا سکیں گے جو ان کے جسم پر ہو گا۔

معاہدے کے آخر میں رسول اللہ ﷺ نے واضح طور پر فرمایا: "اگر تم نے اپنے مال و سامان میں سے کچھ بھی چھپایا، تو اللہ اور اس کے رسول اس صلح کی ذمہ داری سے بری الذمہ ہوں گے۔" اس طرح یہ دونوں قلعے بغیر کسی خون خرابے کے صلح کے ذریعے فتح ہو گئے۔[12]

حیی بن اخطب کے خزانے کی چوری اور معاہدے کی خلاف ورزی

صلح کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ کے سابق شوہر، کنانہ بن ابی الحقیق سے بنو نضیر کے سابق سردار حیی بن اخطب کے اس بڑے خزانے کے بارے میں دریافت فرمایا، جو وہ مدینہ سے جلاوطنی کے وقت اپنے ساتھ لایا تھا۔ کنانہ نے حقیقت چھپانے کے لیے جھوٹ بولا اور قسمیں کھا کر کہا کہ وہ سارا خزانہ جنگی اخراجات میں ختم ہو چکا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے متنبہ کرتے ہوئے فرمایا: "اگر وہ خزانہ تمہارے پاس سے برآمد ہو گیا، تو ہمارے درمیان طے پانے والا صلح کا معاہدہ ختم ہو جائے گا۔" اس بات پر چند مسلمانوں اور یہودیوں کو گواہ بھی بنایا گیا۔[13]

اس کے بعد سلام بن ابی الحقیق کے ایک بیٹے نے حضور ﷺ کو ایک قریبی کھنڈر کی نشاندہی کی جہاں خزانہ چھپایا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو چند مجاہدین کے ساتھ وہاں بھیجا۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر کھدائی کی تو اونٹ کے چمڑے میں لپٹا ہوا وہ پورا خزانہ برآمد ہو گیا۔

چونکہ کنانہ نے بدعہدی کی تھی اور مال چھپایا تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو اس سے مزید تفتیش کا حکم دیا تاکہ بقیہ چھپائی گئی اشیاء بھی سامنے آ سکیں۔ تفتیش کے بعد کنانہ نے مزید مخفی زیورات اور نوادرات بھی اگل دیے۔ اس صریح جھوٹ اور معاہدے کی خلاف ورزی کے نتیجے میں مسلمانوں کی جان و مال کی امان کا معاہدہ ختم ہو گیا اور کنانہ بن ابی الحقیق اپنے انجام کو پہنچا۔[14]

---

[11] سبل الھدی والرشاد، 3/360

[12] ابن کثیر، عماد الدین، (کراچی: نفیس اکیڈمی 1987ء) 4/416

[13] محمد بن یوسف شامی، سبل الھدی والرشاد 3/361

[14] محمد بن یوسف شامی، سبل الھدی والرشاد 3/361

اسیرانِ جنگ اور حضرت صفیہؓ کا انتخاب

جنگ کے خاتمے پر تمام اسیرانِ جنگ کو ایک میدان میں اکٹھا کیا گیا۔ ان قیدیوں میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں، جو کنانہ کی بیوی اور یہودیوں کے رئیسِ اعظم حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ مالِ غنیمت کے مروجہ طریقے کے مطابق وہ ابتدا میں صحابیِ رسول حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئیں۔

ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ کی توجہ اس طرف دلائی کہ صفیہ بنو نضیر اور بنو قریظہ کی شہزادی ہیں، ان کا قیدی کی حیثیت میں کسی عام صحابی کے گھر جانا ان کے خاندانی وقار کے خلاف ہوگا اور اس سے یہود میں مزید اشتعال پھیلے گا، لہٰذا یہ خاتون صرف آپ ﷺ کے شایانِ شان ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے امت کی اس مصلحت کو قبول فرمایا اور حضرت دحیہ کلبیؓ کو بلا کر فرمایا: "اے دحیہ! تم صفیہ کے بدلے قیدیوں میں سے کوئی دوسری کنیز لے لو اور ان سے دستبردار ہو جاؤ۔" حضرت دحیہؓ نے فوراً تعمیل کی اور اپنے لیے کنانہ کی بہن کو منتخب کر لیا۔[15]

قبولِ اسلام اور حرمِ نبوی میں شمولیت

چونکہ حضرت صفیہؓ جلیل القدر پیغمبر حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں، اس لیے حضور ﷺ نے ان کی عظمتِ رفتہ کو بحال کرنے کے لیے انہیں اپنے لیے منتخب فرمایا۔ تاہم، آپ ﷺ نے ان پر اسلام یا نکاح کے لیے کوئی زبردستی نہیں کی، بلکہ انہیں مکمل اختیار دیتے ہوئے فرمایا: "اگر تم چاہو تو تمہیں آزاد کر کے تمہارے رشتہ داروں کے پاس بھیج دیا جائے، اور اگر تم چاہو تو اسلام قبول کر لو اور میں تمہیں اپنی زوجیت میں لے لوں۔"

حضرت صفیہؓ نے بغیر کسی جھجک کے جواب دیا: "میں اللہ اور اس کے رسول کو پسند کرتی ہوں۔" چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں غلامی سے آزاد فرمایا اور ان کی آزادی کو ہی ان کا مہر قرار دے کر ایک آزاد اور معزز خاتون کی حیثیت سے انہیں اپنی زوجیت (نکاح) میں لے لیا۔[16]

استشراق اور مستشرقین کا مختصر تعارف

"استشراق" عربی زبان کا لفظ ہے جو بابِ استفعال سے نکلا ہے، جس کے لغوی معنی "مشرق کی طرف متوجہ ہونا" یا "مشرق پسندی" کے ہیں۔ اصطلاحی اور علمی زبان میں، مغرب (اہلِ یورپ و امریکہ) کے غیر مسلم دانشوروں، محققین اور ماہرین کی طرف سے مشرق کے حالات، زبانوں، مذاہب، تہذیب، تاریخ اور بالخصوص "اسلام" کے گہرے مطالعے اور تحقیق کے علم کو "استشراق" کہتے ہیں۔Orientalism) کہا جاتا ہے۔

مشہور مفکر ایڈورڈ سعید (Edward Said) نے اپنی مایہ ناز کتاب Orientalism میں اس کی یوں تعریف کی ہے "استشراق مشرق پر قابو پانے، اس کی از سر نو تشکیل کرنے اور اس پر اپنی اتھارٹی قائم کرنے کا ایک مغربی اندازِ فکر ہے۔[17]

مستشرقین کون ہیں؟

استشراق کے شعبے سے وابستہ افراد کو **مستشرقین (Orientalists)** کہا جاتا ہے۔ یہ وہ مغربی فضلا، ماہرینِ لسانیات، مورخین اور الہیات کے ماہرین (Theologians) ہیں جنہوں نے مشرقی علوم (جیسے عربی، فارسی، سنسکرت، اسلامی فقہ، حدیث اور تاریخ) کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا۔ ان مستشرقین میں سے کچھ نے خالص علمی و تحقیقی ذوق کے تحت کام کیا، جب کہ ایک بڑی تعداد کا مقصد سیاسی، استعماری (Colonial) اور مذہبی (عیسائی مشنری) مفادات کا تحفظ تھا۔

آنحضرت ﷺ کی ازدواجی زندگی پر تنقید

مستشرقین کی طرف سے آنحضرت ﷺ کی ذاتِ گرامی پر کیے جانے والے اعتراضات میں سب سے زیادہ ہدف آپ ﷺ کی ازدواجی اور خانگی زندگی کو بنایا گیا ہے۔ یہ تنقید بالخصوص 19ویں اور 20ویں صدی کے مستشرقین (جیسے ولیم میور، ڈیوڈ مار گولیوتھ وغیرہ) نے بڑے جارحانہ انداز میں اٹھائی۔ ان کے اعتراضات کا بنیادی محور آپ ﷺ کے تعددِ ازواج (More than one marriage) اور بعض خاص شادیاں تھیں۔ انہی میں سے ایک حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی بھی ہے، جسے مستشرقین اپنی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں، ذیل میں آپ کے نکاح پر کیے جانے والے اعتراضات اور ان کے جوابات نقل کیے جاتے ہیں۔

---

[15] محمد بن یوسف شامی، سبل الھدی والرشاد 3/362

[16] مبارک پوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم 223

[17] ایڈورڈ سعید، استشراق: مشرق کے بارے میں مغربی تصورات، مترجم محمد عاصم بٹ (لاہور: مقتدرہ قومی زبان/ تخلیقات، 2002ء) 221۔

سیاسی مفاد پر مبنی نکاح

اعتراض نمبر1: بیسویں صدی کا مشہور مستشرق(ڈیوڈ سیموئل مار گولیوتھ D. S. Margoliouth) جس نے اپنی کتاب میں یہ نظریہ پیش کرنے کی کوشش کی کہ نبی کریم ﷺ نے (نعوذ باللہ) اپنی طاقت، سلطنت کو وسعت دینے اور عرب کے بااثر قبائل کو اپنے سیاسی شکنجے میں لانے کے لیے یہ نکاح کیے۔ اپنی کتاب Mohammed and the Rise of Islam محمد اور عروجِ اسلام میں لکھتا ہے کہ محمد (ﷺ) کے صفیہ کے ساتھ کیا جانے والا نکاح خالصتاً سیاسی مفاد پر مبنی نکاح تھا اس نکاح کے ذریعے محمد (ﷺ) بنو نضیر اور قریظہ کو اپنے ماتحت رکھنا چاہتے تھے۔[18]

"The capture of Safiyyah, the wife of Kinanah, was an event of importance. Her father was Huwayy, who had taken so leading a part in the operations of the Nadir and the confederates. She was therefore a valuable hostage, and the Prophet, in taking her for himself, was providing himself with an ally among the Nadir and Kuraizah, and also preventing the possibility of her becoming a rallying point for the disaffected Jews."[19]

"کنانہ کی بیوی، صفیہ کی گرفتاری ایک اہم واقعہ تھا۔ ان کے والد حُیی (بن اخطب) تھے، جنہوں نے بنو نضیر اور اتحادیوں کی کارروائیوں میں بہت نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ اس لیے وہ ایک قیمتی یرغمال (Hostage) تھیں، اور پیغمبر نے انہیں اپنے لیے منتخب کر کے بنو نضیر اور قریظہ کے درمیان اپنے لیے ایک حلیف (مددگار) کا انتظام کر لیا تھا، اور اس امکان کو بھی ختم کر دیا تھا کہ وہ (صفیہ) دوبارہ باغی یہودیوں کے اکٹھے ہونے کا مرکز بن سکیں۔

اعتراض کا جواب: " ڈیوڈ سیموئل مار گولیوتھ نے جس بنیاد پر اعتراض اٹھایا ہے، اس کی پشت پر کوئی تاریخی یا عقلی دلیل موجود نہیں ہے؛ بلکہ یہ محض ایک ذہنی مفروضہ ہے جسے علمی رنگ دینے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ درحقیقت، مار گولیوتھ سمیت مروجہ مستشرقین کا یہ مروجہ اسلوب رہا ہے کہ وہ بغیر ٹھوس تحقیق کے، مصلحت اور حکمت پر مبنی واقعات کو 'سیاسی مفادات' کا نام دے کر شکوک و شبہات پھیلاتے ہیں۔ اس نام نہاد علمی تحقیق سے ان کا مقصد مستند تاریخی روایت میں کوئی مثبت اضافہ کرنا نہیں، بلکہ اسلام کے خاندانی و سیاسی نظام کو کمزور اور داغدار ثابت کرنا تھا، تاکہ مغربی سامراج کی فکری بالادستی قائم کی جا سکے۔[20]

اعتراض نمبر2:

جبری یا جنگی قیدی کا درجہ

مشہور مستشرق ولیم میور نے ام المومنین حضرت صفیہ کے نکاح کو ہدف بناتے ہوئے "جبری یا جنگی قیدی سے نکاح" کا ایک بڑا اعتراض قائم کیا ہے۔ اپنی کتاب the life of Mohammad میں لکھا ہے کہ

Safia, the relict of Kenana, was destined for the Prophet's bed. ... Mahomet had not failed to discover her beauty. He offered her the alternative of Islam and marriage with himself, or of freedom and return to her kindred. The alternative was a mockery. Her kindred were either slaughtered or in bondage; her home was desolate; and she chose the easier and more splendid portion. Her dower was her freedom."

"کنانہ کی بیوہ، صفیہ، پیغمبر کے بستر کے لیے مقدر کی جا چکی تھیں۔... محمد (ﷺ) ان کے حسن کو بھانپ چکے تھے۔ انہوں نے صفیہ کو اسلام قبول کرنے اور اپنے ساتھ نکاح کرنے، یا پھر آزادی حاصل کر کے اپنے خاندان کے پاس واپس لوٹ جانے کا اختیار دیا۔ یہ اختیار محض ایک مذاق (Mockery) تھا۔ ان کے رشتہ دار یا تو قتل ہو چکے تھے یا غلامی میں تھے؛ ان کا گھر برباد ہو چکا تھا؛ چنانچہ انہوں نے آسان اور زیادہ پر شکوہ راستے کا انتخاب کیا۔ ان کی آزادی ہی ان کا مہر ٹھہری۔

ولیم میور کس قدر بے باکی کے ساتھ اعتراض اٹھاتے ہیں کہ محمد (ﷺ) نے حضرت صفیہ کی بے بسی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان سے شادی کی، چونکہ صفیہ غزوہ خیبر میں قیدی بن کر آئی تھیں اس لئے ان کے پاس نکاح کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا، شوہر اور باپ دونوں قتل ہو چکے تھے، خاندان اسیر تھا، انہوں نے اپنی نجات اسی میں سمجھی کہ نکاح کر لیا جائے اس لئے یہ شادی ان کی مرضی کے خلاف (جبری) تھی۔[21]

---

[18] Mohammad and the Rise of Islam D . S. Margoliouth(لندن:1905ء)

[19] David Samuel Margoliouth، Mohammed and the Rise of Islam((London:G. P. Putnam's Sons1905

[20] شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ 2/ 415۔

[21] Willium Muir، the life of Muhammad (United kingdom: the religious tract society,1884)124

اعتراض کا جواب:

مستشرقین کا یہ اعتراض بھی تاریخ کے حقائق کو مسخ کرنے اور مسلم خواتین کی نفسیات سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ اس کے درج ذیل ٹھوس جوابات ہیں:

آزادی اور انتخاب کا مکمل اختیار

مستند اسلامی مصادر کے مطابق، رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ کو اپنے پاس بلایا اور انہیں دو بالکل واضح اختیارات دیے:

"اگر تم اسلام قبول کر لو تو میں تمہیں اپنے نکاح میں لے لوں گا، اور اگر تم اپنے یہودی مذہب پر قائم رہنا چاہتی ہو تو میں تمہیں آزاد کر دیتا ہوں تا کہ تم اپنے قبیلے (باقی ماندہ رشتہ داروں) کے پاس واپس چلی جاؤ۔"

حضرت صفیہ نے کسی دنیاوی لالچ یا خوف کے بغیر خود اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے کا انتخاب کیا اور فرمایا: "یا رسول اللہ! میں تو آپ کی دعوت سے پہلے ہی اسلام کی آرزو رکھتی تھی، اب مجھے آزادی سے بڑھ کر آپ کا ساتھ عزیز ہے۔"

عرب کے اس وقت کے مروجہ قانون کے مطابق جنگی قیدیوں کو لونڈی (غلام) بنا کر رکھا جاتا تھا، جس میں ان کی کوئی عزتِ نفس نہیں ہوتی تھی۔ رسول اللہ کا یہ قدم حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے لئے زبردست دلجوئی کا باعث بنا، آپ نے ﷺ نے حضرت صفیہ کو نہ صرف آزاد کیا، بلکہ ان کی آزادی ہی کو ان کا حقِ مہر قرار دیا۔

- انہیں قیدی یا لونڈی کے درجے سے اٹھا کر پورے مسلم معاشرے کی ماں یعنی "ام المومنین" کے سب سے اعلیٰ روحانی اور سماجی مرتبے پر فائز کر دیا۔ یہ کسی قیدی پر جبر نہیں بلکہ اس کی تکریم ہے۔ حضرت صفیہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے آزاد کر کے نکاح کیا تھا اس وقت وہ غلام نہیں تھیں۔[22]

اعتراض نمبر 3:

مستشرقین کی طرف سے ایک بڑا اعتراض اس نکاح پر اس طرح کیا جاتا ہے ہ غزوۂ خیبر کے فوراً بعد، جنگ کے چند ہی دنوں اندر حضرت صفیہ سے نکاح کر لیا گیا، جس سے (ان کے بزعم خود) عدت کے اسلامی اصولوں کی خلاف ورزی ہوئی۔ ان اعتراض کرنے والوں میں سب سے نمایاں نام ولیم میور (William Muir) اور ڈیوڈ سیموئل مارگولیوتھ (David Samuel Margoliouth) کے ہیں۔

William Muir اپنی کتاب The life of Muhammad اس نکاح پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"The scene of torture and bloodshed was hardly ended, when Mahomet sent Bilal to fetch the wife of Kinana, whose beauty was probably well known at Medina... Mahomet did not long postpone his nuptials with Safia. The wedding feast was celebrated with abundance of dates, curdled milk, and butter... The marriage was consummated at Kheibar, or on the way back, and Abu Ayub guarded the Prophet's tent during the night with his drawn sword."[23]

"تشدد اور خونریزی کا یہ منظر (یعنی کنانہ کا قتل) بمشکل ہی ختم ہوا تھا کہ محمد (ﷺ) نے بلال کو کنانہ کی بیوی کو لانے کے لیے بھیجا، جس کا حسن غالباً مدینہ میں پہلے سے ہی معروف تھا... محمد (ﷺ) نے صفیہ کے ساتھ اپنے نکاح کو زیادہ دیر تک مؤخر نہیں کیا۔ شادی کی ضیافت کھجوروں، جمے ہوئے دودھ (پنیر / دہی) اور مکھن کی کثرت کے ساتھ منائی گئی۔ یہ نکاح خیبر میں یا واپسی کے راستے میں ہی مکمل (Consummated) کر لیا گیا تھا، اور ابو ایوب (انصاری) نے رات بھر میان سے نکلی ہوئی تلوار کے ساتھ محمد (ﷺ) کے خیمے کی پہرہ داری کی تھی۔"

اعتراض کا جواب

مستشرقین کا یہ اعتراض سراسر بے بنیاد اور تاریخی حقائق کے منافی ہے۔ اسلامی تاریخ اور احادیثِ مبارکہ سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عدت کے شرعی قوانین کی کوئی خلاف ورزی نہیں فرمائی:

- **استبراءِ رحم (صفائیِ رحم)**

حضرت صفیہ چونکہ اس جنگ میں قیدی بن کر آئی تھیں، اس لیے شرعی حکم کے مطابق ان کا "استبراء" (یہ یقین کرنا کہ وہ حاملہ نہیں ہیں) ضروری تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے اس وقت تک نکاح نہیں فرمایا جب تک ان کا استبراء نہیں ہو گیا (یعنی انہیں ایک مرتبہ حیض آ گیا اور رحم پاک ہو گیا)۔

---

[22] محمد بن یوسف شامی، سبل الهدی والرشاد 3/365

[23] Willium Muir، the life of Muhammad (United kingdom: the religious tract society,1884)124/4

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (جو کہ حضرت ام سلیمؓ کے بیٹے تھے) سے روایت ہے کہ جب خیبر سے واپسی پر "صہباء" کے مقام پر پڑاؤ ہوا تو کیا واقعہ پیش آیا:

فَأَقَامَ بِالصَّهْبَاءِ، ثُمَّ صَنَعَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ لَهَا هَيْئَةً، فَعَرَضَتْهَا عَلَيْهِ لَيْلًا، فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرُوسًا[24]

"پھر آپ ﷺ نے صہباء (نامی مقام) میں قیام فرمایا، وہاں ام سلیم (رضی اللہ عنہا) نے حضرت صفیہ کو (دلہن کی طرح) تیار کیا اور رات کے وقت انہیں نبی کریم ﷺ کے پاس پیش کیا، پھر صبح کے وقت نبی کریم ﷺ دولہا بنے تھے..."

صحیح مسلم کی روایت میں صراحت کے ساتھ "استبراءِ رحم" (عدت / پاک ہونے کے انتظار) کا ذکر موجود ہے کہ رخصتی سے پہلے باقاعدہ انتظار کیا گیا تھا:

«خَرَجْنَا إِلَى خَيْبَرَ... ثُمَّ خَرَجْنَا فَإِذَا نَحْنُ بِالصَّهْبَاءِ، فَحَلَّتْ فَأَعْرَسَ بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[25]

"ہم خیبر کی طرف نکلے... پھر (واپسی پر) جب ہم نکلے اور صہباء کے مقام پر پہنچے، تو وہ (حضرت صفیہ حیض سے) پاک ہو گئیں (فَحَلَّتْ)، تب رسول اللہ ﷺ نے ان سے رخصتی فرمائی۔"

مستشرقین کے اعتراض کا سب سے واضح اور حتمی جواب امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے، جہاں صاف الفاظ میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عدت (استبراء) کی وجہ سے رخصتی کو مؤخر فرمایا تھا:

«عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ بِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ... حَتَّى إِذَا كَانَ بِبَعْضِ الطَّرِيقِ طَهُرَتْ، فَأَعْرَسَ بِهَا فِي خَفِيٍّ عَنِ النَّاسِ، ثُمَّ حَمَلَهَا خَلْفَهُ، فَلَمَّا صَبَّحَ قَالَ: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلْيَأْتِ بِهِ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالتَّمْرِ... [26]

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت صفیہ بنت حیی کو لے کر نکلے... حتیٰ کہ جب راستے کے ایک حصے میں پہنچے تو وہ پاک ہو گئیں (طَهُرَتْ)، تو آپ ﷺ نے لوگوں سے پوشیدہ (خیمے میں) ان سے رخصتی فرمائی۔ پھر انہیں اپنے پیچھے سوار کیا۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس جو کچھ (کھانے کو) ہو وہ لے آئے۔ پس کوئی شخص کھجور لانے لگا... اور یہی ان کا ولیمہ تھا۔"

شارحِ حدیث حافظ ابن حجر عسقلانی (فتح الباری میں) اس حدیث کے لفظ "فَحَلَّتْ" اور "طَهُرَتْ" کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"أَيْ طَهُرَتْ مِنَ الْحَيْضِ وَأَمِنَتْ مِنَ الْحَمْلِ بِالِاسْتِبْرَاءِ"[27]

یعنی: "وہ حیض سے پاک ہو گئیں اور استبراء (ایک حیض گزرنے) کے ذریعے حمل نہ ہونے کا یقین حاصل ہو گیا۔"

یہ روایات ثابت کرتی ہیں کہ:

1. حضرت صفیہؓ کے شوہر کے قتل کے فوراً بعد خیبر میں رخصتی نہیں ہوئی تھی۔
2. حضرت ام سلیمؓ نے ان کی دیکھ بھال کی اور ان کے پاک ہونے کی تصدیق کی۔
3. جب راستے میں (صہباء کے مقام پر) شرعی طور پر استبراءِ رحم مکمل ہو گیا، تبھی نکاح اور رخصتی عمل میں آئی۔

امّ سلیم رضی اللہ عنہا کی گواہی: صحیح بخاری اور دیگر کتبِ حدیث میں صراحت موجود ہے کہ حضرت ام سلیم نے حضرت صفیہ کو نکاح کے لیے تیار کیا اور صفائیِ رحم کی تصدیق کے بعد ہی نکاح اور رخصتی ہوئی۔

مستشرقین کے دلائل کا تنقیدی جائزہ

پہلا اعتراض: سیاسی مفاہمت کا تجزیہ

· غزوہ خیبر میں شکست کے بعد یہودی قبائل مدینہ میں طاقت سے محروم ہو چکے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کی زمینوں پر کاشتکاری کی اجازت دی اور معمول کے معاہدے کیے۔ اس صورت حال میں ایک نکاح سے سیاسی مفاہمت کی شدید ضرورت نہیں تھی۔

دوسرا اعتراض: جنگی قیدی اور جبر

· اسلام میں جنگی قیدی کو محض غلام تصور نہیں کیا جاتا۔ اسے عزت، خوراک اور انسانی حقوق دیے جاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت صفیہ کو دو اختیار دیے

---

[24] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری (لاہور: ادارہ اسلامیات 2005ء) 220/3

[25] القشیری، مسلم بن حجاج، الصحیح المسلم (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س ن) 123/2

[26] سجستانی، ابو داؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابو داؤد (ریاض: مکتبہ دار السلام 2006ء) 170/2

[27] عسقلانی، ابن حجر، فتح الباری (بیروت: دار الفکر، 1980ء) 224/10

1۔ اپنی قوم میں واپس جائیں اور آزاد رہیں۔

2۔ اسلام قبول کریں اور نکاح میں آئیں۔

آپ نے اسلام کو ترجیح دی، ابن ہشام کی سیرت میں ہے: "صفیہ نے کہا: میں نے اللہ اور اس کے رسول کو اپنے والد اور شوہر سے زیادہ محبوب پایا۔[28]

اگر جبر ہوتا تو آپ اپنے قبیلے میں جا کر کسی اور طریقے سے زندگی گزار سکتی تھیں۔ تاریخی شواہد بتاتے ہیں کہ آپ نے مسلمان ہو کر عزت، علم اور مقام پایا۔

تیسرا اعتراض۔ استبراء رحم

اسلام میں عدت کے اندر نکاح کا کوئی تصور نہیں ہے، خود شارع یہ کیسے کر سکتے ہیں، مستند احادیث کی کتابیں اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ حضرت صفیہ سے نکاح ان کی عدت کی بعد ہوا تھا، ام سلیم جو ایک جہاندیدہ خاتون تھیں انہوں نے اس بات کی گواہی دی تو تب ہی نکاح ہوا۔

مستشرقین کی غلط فہمیوں کے اسباب

مستشرقین ضعیف روایات کو لے کر ان کی بنیاد پر اپنا فیصلہ سادہ کر دیتے ہیں اور اپنے موقف کی تقویت کے لیے شاذ و غریب حدیث کو پیش کرتے ہیں اور اسے مشہور مستند درروایت پر ترجیح دے دیتے ہیں خواہ وہ نقد و جرح کی کسوٹی پر کتنی ہی کھوٹی کیوں نہ ثابت ہو یہ لوگ ایسا اس وجہ سے کرتے ہیں کہ یہی وہ واحد حربہ ہے جس سے شکوک و شبہات کو ہوا دیتے ہیں.

دوسری بات یہ ہے کہ سیرت النبی کے واقعات اور کارناموں کو وہ عیسائی یہودی اصولوں کی دَین سمجھتے ہیں ، مستشرقین کی بڑی تعداد نصرانی اور مسیحی ہے اس لیے وہ اسلام کی خوبیوں کا اصل سہرا عیسائیت کے سر باندھتے ہیں اور جو مستشرق یہودی ہیں وہ اسرائیل کے قیام اور صیہونیت کے تسلط کے بعد خاص طور پر اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ ہر اسلامی چیز کا سرا یہودیت سے ملا دے، مثلا برطانوی مستشرق مینٹگمری واٹ کہتے ہیں کہ اپنے گھر والوں کے ساتھ یا ان کے بغیر محمد کی غار حرا میں آمد و رفت کوئی ناممکن بات نہیں یہ بھی ممکن ہے کہ موسم گرما میں شہر مکہ کی سخت گرمی کی وجہ سے جو لوگ طائف نہیں جا سکتے تھے وہ غار حرا میں چلے جاتے رہے ہوں، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ یہودی اور عیسائی خصوصا راہبوں کے اثر کی وجہ سے وہاں گئے ہوں، یا ہو سکتا ہے کہ خود محمد کی ذاتی تجربہ نے ان میں بقائے دوام اور حیات جاودانی کی آرزو و امنگ اور رغبت پیدا کی ہو۔

مستشرقین نے 17 صدی میں عرب کے معاشرتی اصولوں کو جدید مغربی تصورات سے پرکھنے کی غلطی کی ہے۔ مستشرقین کے اعتراضات کے پیچھے کوئی عقلی اور منطقی دلیل نہیں ہے، اکثر کمزور روایات کا سہارا لے کر اپنے علمی تحقیق کی بنیاد رکھی ہے۔

[28] ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک، سیرت النبی (کامل) ابن ہشام، مترجم: سید یاسین علی (لاہور: ادارہ اسلامیات 1994ء) 2/168

نتائج

- مستشرقین کے اعتراضات کے پیچھے کوئی عقلی، منطقی یا ٹھوس تاریخی دلیل موجود نہیں ہے۔ ان کا نقطہ نظر پیشگی مفروضوں، استشراقی تعصبات اور اسلامی مصادر کے نامکمل یا جانب دارانہ مطالعے پر مبنی ہے۔
- یہ شادی کسی جبر یا بے بسی کا فائدہ اٹھا کر نہیں کی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو مکمل مذہبی آزادی اور قبیلے میں واپس جانے کا اختیار دیا تھا، مگر انہوں نے برضا و رغبت اسلام اور رفاقتِ نبوی ﷺ کو چنا۔ آپ ﷺ نے انہیں لونڈی بنانے کے بجائے آزاد کیا اور ان کی آزادی کو ہی مہر قرار دے کر "ام المومنین" کا عظیم درجہ دیا۔
- مستشرقین کا یہ دعویٰ کہ نکاح میں جلد بازی کی گئی اور عدت کے اصولوں کو پامال کیا گیا، تاریخی روایات کے خلاف ہے۔ مستند احادیث ثابت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عدت (استبراءِ رحم) مکمل ہونے اور حضرت ام سلیمؓ کی تصدیق کے بعد ہی وادیِ صہباء میں رخصتی فرمائی۔
- یہ نکاح کسی نفسانی خواہش یا محض سیاسی شکنجے کے لیے نہیں تھا، بلکہ یہ عرب کے ماحول میں بنو نضیر اور بنو قریظہ جیسے بااثر یہودی قبائل کی تالیفِ قلب، ان کی خاندانی عزت کی بحالی، اور بین المذاہب تعلقات میں توازن و صلح قائم کرنے کی ایک حکیمانہ کڑی تھا۔
- مستشرقین اپنی تحقیقات میں مستند اور مشہور روایات کو نظر انداز کر کے شاذ، غریب اور ضعیف روایات کو بنیاد بناتے ہیں تاکہ مسلم معاشرے میں شکوک و شبہات کو ہوا دی جا سکے۔
- مستشرقین نے 17ویں سے 20ویں صدی کے جدید مغربی اور عیسائی تصورات کی عینک سے 7ویں صدی کے عرب کے خاندانی، قبائلی اور معاشرتی اصولوں کو پرکھنے کی بنیادی علمی غلطی کی ہے۔

سفارشات

- مستشرقین کے اعتراضات کا بڑا سبب اسلامی تاریخ اور احادیث کے سیاق و سباق سے ناواقفیت یا جانب داری ہے ۔ لہٰذا، سیرتِ طیبہ اور احادیثِ مبارکہ کی بنیادی کتب (جیسے صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ) کے متن اور ان کی مستند شروحات کو جدید مغربی زبانوں (انگریزی، فرانسیسی، جرمن وغیرہ) میں عام فہم انداز میں ترجمہ کر کے آن لائن پورٹلز پر مفت فراہم کیا جائے ۔
- چونکہ مستشرقین شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لیے اکثر ضعیف، شاذ اور غریب روایات کا سہارا لیتے ہیں ، اس لیے مسلم محققین اور جامعات کے شعبہ ہائے علومِ اسلامیہ کو چاہیے کہ وہ سیرت کے ایسے حساس واقعات (جیسے غزوہ خیبر اور نکاحِ صفیہ) سے متعلق تمام روایات کا اصولِ حدیث اور نقد و جرح کی روشنی میں ایک جامع انسائیکلوپیڈیا مرتب کریں، تاکہ علمی سطح پر کھری اور کھوٹی روایات کا فرق واضح ہو سکے ۔
- مسلم جامعات میں "ردِّ استشراق" (Counter-Orientalism) اور بین المذاہب تعلقات کے لیے خصوصی تحقیقی مراکز (Research Centers) قائم کیے جائیں۔ ان مراکز میں مغربی مصنفین کے اعتراضات کا جواب دفاعی انداز کے بجائے خالص علمی، تاریخی، اور تحقیقی انداز میں دیا جائے، جیسا کہ اس مقالے میں عدت اور استبراءِ رحم کے قوانین کی روشنی میں دیا گیا ہے ۔
- مستشرقین 7ویں صدی کے عرب کے خاندانی و قبائلی ماحول کو جدید مغربی عینک سے پرکھنے کی غلطی کرتے ہیں ۔ جدید دنیا کو یہ باور کرانے کی ضرورت ہے کہ اس دور میں قیدی خواتین کو لونڈی بنا لیا جاتا تھا ، لیکن رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کر کے اور انہیں "ام المومنین" کا درجہ دے کر تکریمِ نسواں اور حقوقِ نسواں کی ایک اعلیٰ ترین مثال قائم کی ۔ اس سماجی تناظر کو عالمی سطح پر سیمینارز اور آرٹیکلز کے ذریعے اجاگر کیا جانا چاہیے۔